ڈاکٹر قمر عباس
اسسٹنٹ پروفیسر اردو
نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس، ملتان سب کیمپس
ڈاکٹر مجاہد عباس
لیکچرار
شعبۂ اردو زبان و ادب، نمل اسلام آباد

ڈاکٹر طاہر تونسوی کی خدمات کا مختصر جائزہ

ABSTRACT

Brief Evaluation of Dr. Tahir Taunsvi's Research Services
By Qamar Abbas, Assistant Professor Urdu, National College of Business Administration & Economics, Multan Sub. Campus.
Dr. Mujahid Abbas, Lecturer, Department of Urdu, NUML, Islamabad

Dr. Tahir Taunsvi is a well-known Urdu writer. His literary services have multiple dimensions. He is the author of more than seventy seven books and two hundred research articles. The most important field of his literary services is Urdu research. He searched out a vast asset of Urdu literature with keen interest and diligence and made it a precious part of the arena of Urdu language and literature. He also promoted many common and prominent literary personalities and introduced some new poets. Most of his research work is based on editing and compilation. He published thirty four books in this regard which has a great importance for research scholars and readers. There are fourteen research books of Dr. Tahir Taunsvi where we may find the elements of pure research. These publications of great importance unfold the research method used by Dr. Tahir Taunsvi. Dr. Tahir Taunsvi's research work covers the diverse topics of Urdu language and literature i.e. Prose, Poetry and Linguistic. In this article, the author has briefly evaluated the research services of Dr. Tahir Taunsvi by analyzing his research method and his important research books.

Keywords: Literary, Dimensions, Asset, Diligence, Prominent, Editing, Compilation, Elements, Publications, Diverse, Prose, Linguistics, Evaluated, Analyzing.

ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک نامور محقق، نقاد، شاعر اور ماہر تعلیم کی حیثیت سے اپنی خاص پہچان رکھتے ہیں۔ ان کی ادبی

خدمات کی متنوع جہات ہیں۔ ان کی تصانیف و تالیفات کی تعداد ستتر سے زائد ہے۔ انھوں نے ادبی موضوعات پر دو سو سے زائد تحقیقی وتنقیدی مقالات بھی تحریر کیے۔ ان کی ادبی خدمات کی نمایاں ترین جہت اردو تحقیق ہے۔ تحقیق کے ضمن میں انھوں نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ انھوں نے اردو زبان و ادب کے وسیع سرمائے کو گہری دلچسپی اور جانفشانی سے کھنگالا اور اس میں قابل قدر اضافے کیے۔ انھوں نے ادبیات اردو کے کئی ایسے گوشوں اور شخصیات کو ادبی منظر نامے کا حصہ بنایا جو محققین کی نظروں سے اوجھل تھے۔ انھوں نے ادبی سرمائے کی دریافت کے ساتھ ساتھ اردو ادب کے صاحب کمال ادباء کے بکھرے ادب پاروں کا کھوج لگایا اور انھیں مرتب کر کے محققین اور قارئین کے لیے ان سے فیض یاب ہونا آسان بنا دیا۔ ان کا بیشتر تحقیقی کام تدوین اور ترتیب متن پر مشتمل ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے چونتیس کتب تالیف کیں جو بے حد اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کتب کے علاوہ ان کی چودہ تحقیقی کتب ایسی ہیں جن میں خالص تحقیق کے عناصر کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ ان اہم تحقیقی کتب سے ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تحقیقی اسلوب کے نمایاں خدوخال کو واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تحقیقی کارنامے ادبیاتِ اردو کے متنوع موضوعات (نظم، نثر، لسانیات) پر محیط ہیں جو اردو کی ادبی تحقیق کا ایک قیمتی اثاثہ ہیں۔ وہ تحقیق میں سخت محنت، لگن اور جستجو سے اصل ماخذ تک رسائی حاصل کر کے حقائق تک پہنچنے کی سعی کرتے ہیں۔ اس تحقیقی مقالے میں مصنف نے مختصر طور پر ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تحقیقی خدمات کا جائزہ ان کے تحقیقی اسلوب اور اہم تحقیقی نگارشات کی روشنی میں لیا ہے۔

ان کی پہلی تحقیقی کاوش ''ملتان میں اردو شاعری'' (اشاعت اول ۱۹۷۲ء اشاعت دوم ۱۹۷۴ء) علاقائی ادب کے فروغ کی کڑی ہے جو سیاسی، سماجی اور ادبی زندگی کی روشنی میں خطہء ملتان کے شعری ادب کا مختصر ارتقاء ہے۔ یہ تحقیق، تنقید اور تذکرے کا امتزاج ہے۔ اس تحقیقی مطالعہ میں انھوں نے بنیادی مصادر کو کھنگال کر ایک طرف شیخ علی متقی اور غلام حسن ملتانی جیسے اہم شعراء کو دریافت کیا تو دوسری طرف ملتان سے تعلق رکھنے والے بہت سے جدید شعراء کو ادبی منظر نامے کا حصہ بنایا۔ اسکا تحقیقی مواد قابل تحسین ہے جس نے ملتان کے جدید و قدیم شعری ورثے کو محفوظ کر دیا ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی کے بقول:

"طاہر تونسوی بنیادی طور پر محقق ہیں۔ اس لیے انھوں نے شعراء کے تجزیہ کی بجائے حالاتِ زندگی اور سماجی عوامل پر زیادہ توجہ صرف کی ہے۔ ان کی یہ علمی کوشش اس اعتبار سے اہم ہے کہ انھوں نے ایک خاص حصہ کے ادبی کارناموں کو ربط و تسلسل کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ اسی انداز میں اگر دوسرے علاقوں پر بھی تحقیقی کام ہو جائے تو اردو ادب کی تاریخ کو بڑی مدد ملے گی۔"(۱)

ڈاکٹر سلیم اختر کی یہ رائے صائب ہے:

> انھوں نے (ڈاکٹر طاہر تونسوی) ملتان کی سیاسی، سماجی اور ادبی زندگی کی روشنی میں ملتان کی شعری تاریخ لکھی ہے۔(۲)

''مسعود حسن رضوی ادیب۔ حیات اور کارنامے'' (۱۹۸۹ء) نامور محقق، نقاد و شاعر مسعود حسن رضوی ادیب کی سوانح، شخصیت اور تمام ادبی جہات کا (بحیثیت محقق، نقاد، شاعر، ماہر قواعد وزبان، تبصرہ و دیباچہ نگار، مکتوب نگار، مترجم، استاد) بھرپور تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ ہے۔ سوانح و شخصیت کے ضمن میں بنیادی مصادر کی مدد سے جزئیات میں جا کر باریک بینی سے پیدائش سے علالت و وفات تک کی معلومات کی فراہمی ڈاکٹر طاہر تونسوی کے محققانہ تجسس کی دلیل ہے۔ مطالعہ کا انداز تحقیقی بھی ہے توصیفی بھی ہے اور تنقیدی بھی۔ مقالے میں رضوی صاحب کے نظریات کا کامیاب دفاع سامنے آیا ہے اور بڑی مقدار میں مسعود حسن رضوی کی غیر مطبوعہ تحریروں کا سراغ لگا کر انھیں پیش کیا گیا ہے۔ یہ ادب کی ایک بڑی خدمت بھی ہے اور رضوی صاحب کا ہمہ جہت تعارف بھی۔

ڈاکٹر روبینہ ترین نے اپنے مضمون'' ڈاکٹر طاہر تونسوی محقق اور نقاد'' میں اس بارے یوں رائے دی ہے:

> ڈاکٹر طاہر تونسوی نے مسعود حسن رضوی ادیب کے حالاتِ زندگی کا کھوج بڑی محنت سے لگایا۔ ان کے بیٹے، دوستوں، رفقائے کار اور شاگردوں سے معلومات اکٹھی کیں۔ اصل دستاویزات تک رسائی حاصل کی۔ اس طرح سے ان کی حیات کے بارے میں مستند و معتبر معلومات اردو ادب کے قارئین کو فراہم کیں۔(۳)

پروفیسر مزمل حسین اپنے مضمون'' ڈاکٹر طاہر تونسوی بحیثیت محقق'' میں رقم طراز ہیں:

> انھوں (ڈاکٹر طاہر تونسوی) نے مسعود حسن رضوی کی ادبی خدمات کے مختلف پہلوؤں کو اپنی ناقدانہ نظر سے واضح کیا ہے۔ ان ابواب میں مسعود حسن رضوی کی ایک ایک کتاب اور ایک ایک تحریر کا تفصیل سے اور غیر جانبداری سے محققانہ اور ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ طاہر تونسوی کا بڑا کمال یہ ہے کہ انھوں نے اپنے مقالے میں روایتی اور توصیفی تنقید کی بجائے عالمانہ اور دانشورانہ تنقید کو اپنایا ہے۔ انھوں نے مسعود حسن رضوی کے کام کے جہاں محاسن بیان کیے ہیں وہاں معائب کی نشاندہی بھی کی ہے۔(۴)

کشفی ملتانی کے شعری فکر وفن و شخصیت پر ''شجر سایہ دار صحرا کا'' (۱۹۷۷ء) مرتب کر کے طاہر تونسوی نے انھیں نہ صرف قومی ادبی دھارے میں متعارف کرایا بلکہ ان پر مزید تحقیقات کی راہ ہموار کی۔ کتاب میں شامل ۲۵ تحقیقی و تنقیدی مقالات کشفی ملتانی کے فکری، اسلوبیاتی اور شخصی پہلوؤں کو محیط ہیں۔ مرتبہ ہونے کے باوجود یہ کتاب تحقیق، تنقید اور تذکرے کا امتزاج بھی ہے اور مرتب کی تحقیقی بصیرت کی عکاس بھی۔

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے ''شجرِ سایہ دار صحرا کا'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

یہ کتاب کشفی کے بارے میں قاری کی تشنگی بڑھاتی ہے۔افسوس ہوتا ہے کہ کشفی کا کلام اب تک سامنے کیوں نہیں آیا اور خواہش پیدا ہوتی ہے کہ ان کا تمام کلام (جو شاید انکی زندگی میں مرتب بھی ہو چکا تھا) بالاستیعاب پڑھا جائے۔مضامین میں حوالے کے جو متعدد اشعار آئے ہیں ان میں سے بعض چونکا دینے والے ہیں۔طاہر تونسوی سے یہ توقع بجا ہوگی کہ جس طرح انھوں نے اتنی محبت سے کشفی کے بارے میں یہ مضامین مرتب کیے ہیں اسی لگن سے کام لے کر وہ کشفی کے کلام کو بھی سامنے لائیں۔حقیقتاً یہ اردو کی بڑی خدمت ہوگی۔" (۵)

ڈاکٹر عرش صدیقی نے "شجرِ سایہ دار صحرا کا" کو تحقیق، تنقید اور تذکرہ قرار دیا ہے۔لکھتے ہیں:

۱۹۷۷ء میں کشفی ملتانی پر جو طاہر تونسوی کی تالیف "شجر سایہ دار صحرا کا" شائع ہوئی تھی وہ تحقیق بھی ہے تنقید بھی اور تذکرہ بھی۔(٦)

''لکھنویات ادیب'' (۱۹۸۹ء) ترتیب وتدوین متن کے حوالے سے ڈاکٹر طاہر تونسوی کا اہم کارنامہ ہے جس میں مسعود حسن رضوی ادیب کے ۲۳ تحقیقی وتنقیدی مضامین گراں قدر تحقیقی سرمایہ ہے۔یہ کتاب ایک طرف دبستان لکھنؤ پر تحقیقات کی نئی راہیں متعین کرتی ہے تو دوسری طرف ادبیات لکھنؤ کے حوالے سے بنیادی ماخذ ومصادر کی صورت اختیار کر گئی ہے۔متن کی ترتیب و تدوین کے ضمن میں ڈاکٹر طاہر تونسوی کی ایک اور قابل ستائش کاوش ''رزم نامہ انیس و دبیر۔تعارف و تقابل'' (۲۰۰٦ء) ہے۔اس کتاب میں انھوں نے مسعود حسن رضوی ادیب کے ایک غیر مطبوعہ کتابچہ کی مدد سے ''رزم نامہ انیس'' (از مسعود حسن رضوی ادیب) اور ''رزم نامہ دبیر'' (از خیر لکھنوی) سے بالترتیب ۱۲۵۴ اور ۱۳۸۸ بندوں کو موضوعاتی اور واقعاتی اعتبار سے ترتیب دے کر مدون کیا۔اس سے ایک طرف اردو کے رزمیہ شعری ادب کو فروغ ملا تو دوسری طرف مرثیہ کے دو عظیم شعراء کے مطمع ہائے نظر اور معیار سخن کا تعارف وتقابل سامنے آ گیا۔مرثیہ شناسوں کے لیے یہ ایک بنیادی حوالہ ہے۔

ڈاکٹر شبیہ الحسن اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ضرورت اس امر کی ہے کہ انیس و دبیر کو مخصوص دائروں سے نکال کر بین الاقوامی سطح پر روشناس کرایا جائے۔مسعود حسن رضوی کی کاوش رزم نامہ انیس و دبیر اسی سوچ کی عملی شکل قرار دی جا سکتی ہے۔ڈاکٹر طاہر تونسوی کی یہ تالیف جہاں ایک جانب ان کی مسعود حسن رضوی سے والہانہ محبت کی امین ہے، وہاں دوسری جانب مرثیہ شناس احباب کے لیے ایک مثالی تحفہ ہے۔(۷)

''سرسید شناسی'' (۲۰۰۳ء) ڈاکٹر طاہر تونسوی کی مرتبہ کتاب ہے جس میں شامل ادبیات اردو کے نامور محققین اور ادباء کے ۲۴ مضامین سرسید احمد خان کی شخصیت اور کارناموں کا احاطہ کرتے ہیں۔ یہ تحقیقی کاوش ایک طرف سرسید احمد خان پر تحقیقات کے لیے مستند مواد کا ایک بڑا سرمایہ فراہم کرتی ہے تو دوسری طرف معاشرتی اصلاح کا محرک اور لائحہ عمل ہے۔

''فیض کی تخلیقی شخصیت تنقیدی مطالعہ'' (۱۹۸۹ء) ضخیم مرتبہ کتاب ہے جس میں شامل نامور قلم کاروں کے سترہ (۱۷) مضامین اور فیض کے چھ انٹرویوز فیض احمد فیض کے شعری فکروفن، شخصیت اور فکری ارتقاء کا جامعیت کے ساتھ احاطہ کرتے ہیں۔ اس کتاب سے ایک طرف فیض کے حقیقی تاثر اور مقام و مرتبہ کی نشاندہی ہوگئی ہے تو دوسری طرف ان کی شخصیت کے نہفتہ گوشوں اور طرز فکر سے آگاہی ملتی ہے۔ یہ مستند مواد کا خزینہ بھی ہے اور مرتب کی تحقیق و جستجو اور تنقیدی شعور کا ثبوت بھی۔

''صنف نازک کی شاعری'' (۱۹۹۶ء) پاکستان کی ۵۱ اہم شاعرات کے انتخاب پر مشتمل ضخیم اور منفرد مرتبہ کتاب ہے جو تحقیقی و تنقیدی مواد کے سبب دوہری اہمیت کی حامل ہے، مرتب کی یہ کاوش تذکرہ کا انداز لیے ہوئے ہے جس سے ایک طرف قاری اپنے جمالیاتی ذوق کی تسکین کرتا ہے تو دوسری طرف شاعرات کے مجموعی تاثر سے آشنا ہو جاتا ہے۔ مرتب کی یہ کاوش ان کے تنقیدی شعور اور تحقیقی چینک کی عکاس ہے اور شاعرات کے فکرو اسلوب کی عظمت کا اعتراف بھی۔ اسی نوع کی ایک اور ضخیم مرتبہ کتاب "صنف نازک کی کہانیاں" (۱۹۹۶ء) پاک و ہند کی ۳۰ نامور افسانہ نگار خواتین کے افسانوی انتخاب پر مشتمل ہے۔ تحقیق، تنقید اور فکشن کے حوالے سے یہ ایک اہم ادبی سرمایہ ہے۔ یہ کتاب ایک طرف صنف نازک کے اردو افسانے کا ارتقائی منظر نامہ تشکیل دیتی ہے تو دوسری طرف افسانہ نگار خواتین کے سوانحی کوائف اور انکی افسانہ نگاری پر نقادان فن کی تنقیدی آراء اور تبصرے نے اس کتاب کی اہمیت کو دو چند کر دیا ہے۔ مرتب کا مقدمہ بھی تنقیدی اہمیت کا حامل ہے اس طرح یہ کتاب انتخاب کی سطح سے بلند ہو کر تنقید اور تبصرہ کی حدود میں داخل ہوگئی ہے۔

''ڈاکٹر فرماں فتح پوری: احوال و آثار'' (۱۹۹۷ء) ایک گراں قدر مرتبہ تحقیقی کتاب ہے جو نامور اور زیرک اہل نقد و نظر سے مرتب کی کاوشوں سے لکھوائے گئے ۲۲ مضامین پر مشتمل ہے۔ کتاب میں ڈاکٹر فرماں فتح پوری کے دو انٹرویوز بھی شامل ہیں۔ مضامین سے جہاں ان کی متنوع ادبی جہات روشن ہوگئی ہیں تو دوسری طرف انٹرویوز انکی شخصیت و فن کی پرتوں کو کھولنے میں بہت معاون ثابت ہوئے ہیں۔ اس کتاب کے توسط سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری پر تحقیقی و تنقیدی مواد کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔ جو قارئین اور محققین کیلیے بیش قیمت ادبی سرمایہ ہے۔

ڈاکٹر خلیق انجم کتاب کی اہمیت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> میں طاہر تونسوی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے فرمان فتح پوری صاحب پر ایسی شان دار کتاب مرتب کی۔ خود ڈاکٹر طاہر تونسوی ہمارے اعلیٰ درجے کے لکھنے والوں

میں ہیں۔ ادب میں ان کا صاف ستھرا مذاق، وہی اس کتاب کے مضامین اور طباعت میں نظر آتا ہے۔ میں اس شان دار کتاب کے لیے طاہر تونسوی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔(۸)

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اپنے تحقیقی مزاج اور فعالیت کے سبب ڈاکٹر عرش صدیقی کے سات (۷) ایسے افسانوں کا کھوج لگایا جو مختلف رسائل میں بکھرے ہوئے تھے اور عرش صدیقی انھیں شعوری طور پر مسترد کر چکے تھے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اپنی مرتبہ کتاب ''عرش صدیقی کے سات مسترد افسانے'' (۱۹۸۸ء) میں ان سات افسانوں کی ترتیب و تدوین کر کے نہ صرف انھیں افسانے کی روایت کا حصہ بنایا بلکہ ایک ضخیم مقدمہ لکھ کر ان افسانوں کا مختصر تنقیدی تجزیہ بھی کر دیا ہے۔ اس کتاب نے عرش صدیقی کے فکر وفن کی تفہیم کو آسان بنا دیا ہے۔ اردو افسانہ کی روایت میں یہ ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ ''طنز و مزاح۔ تاریخ، تنقید، انتخاب'' (۱۹۸۵ء) جدید و قدیم ۱۸ شعرا و ۵۲ نثر نگاروں کی نگارشات کے انتخاب پر مشتمل ہے۔ یہ ایک طرف طنز و مزاح کے بدلتے ہوئے رجحانات کا پتا دیتی ہے تو دوسری طرف قارئین کے ذوق لطیف کی تسکین کا باعث بھی ہے۔ یہ ادب کی ایک بڑی خدمت ہے کہ طنز و مزاح پر مستند مواد کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر نے اس کاوش کے بارے میں رائے دی ہے:

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے کمال محنت سے ایسے تنقیدی مقالات اور طنزیہ اور مزاحیہ مضامین کا انتخاب کیا ہے جن کے مطالعہ سے جہاں ایک طرف طنز و مزاح کے بدلتے رجحانات کی تاریخ مرتب ہو جاتی ہے وہاں دوسری طرف معروف اہل قلم کی نگارشات کا گلدستہ بھی ترتیب دیا جاتا ہے۔(۹)

''ڈاکٹر سلیم اختر شخصیت و تخلیقی شخصیت'' (۱۹۹۵ء) ۷۰۲ صفحات پر مشتمل ضخیم مرتبہ کتاب ہے جو ڈاکٹر سلیم اختر کی شخصیت وفن پر بنیادی حوالے کی حیثیت رکھتی ہے۔ کتاب میں موجود نامور ادباء کے ۳۷ مضامین و خاکے اور ڈاکٹر سلیم اختر کے چھ انٹرویوز، ان کی اقبال شناسی، افسانہ نگاری، تاریخ نگاری، تنقید نگاری اور شخصیت کے حوالے سے وقیع اور مستند مواد فراہم کرتے ہیں۔ یہ کتاب ڈاکٹر سلیم اختر پر بڑی سطح کے تحقیقی کاموں کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہے۔ یہ ڈاکٹر طاہر تونسوی کے مخصوص تخلیقی اسلوب کی بھی عکاس ہے اور مرتبہ کتاب ہونے کے باوجود اس سے تخلیقی رنگ ابھرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ''دنیائے ادب کا عرش'' (۱۹۹۹ء) اور'' شاعر لوح شیشہ دل'' (۱۹۹۹ء) بھی اسی قبیل کی ضخیم مرتبہ کتب ہیں جو معروف محقق، نقاد اور افسانہ نگار ڈاکٹر عرش صدیقی اور ہمہ جہت ادیب ابو الامتیاز ع۔س۔ مسلم کے فکر وفن، سوانح، شخصیت اور ادبی نظریات پر محیط ہیں۔

ادبیات اردو میں غالب کی حیثیت ایک دبستان سے کم نہیں۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی غالب سے عقیدت کی حد تک محبت

رکھتے ہیں۔ غالب پر ان کا تحقیقی و تنقیدی سرمایہ قابلِ تحسین ہے۔ ادبی مجلہ ''مسلک'' کا غالب نمبر ان کا اہم کارنامہ ہے۔غالبیات پر ان کے بہت سے مضامین و مقالات اور تبصرے ادبی منظر نامے کا حصہ بن چکے ہیں۔''پاکستان میں غالب شناسی کی روایت'' ان کا اہم تحقیقی و تنقیدی مقالہ ہے جو پاکستان میں غالبیات پر ہونے والے کام کا وقیع اور جامع اشاریہ ہے۔اس میں ڈاکٹر صاحب نے جہاں غالب کے فکروفن کی پرتیں کھولی ہیں، وہیں ۲۰۰۲ء تک پاکستان میں غالبیات پر شائع ہونے والی ۱۴۴ کتب کی فہرست بھی مرتب کردی ہے جو غالب شناسوں اور ادب کے محققین کے لیے بیش قیمت سرمایہ ہے۔

غالبیات پر ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تین تحقیقی کتب ''غالب تب اور اب'' (۱۹۹۱ء)، ''غالب شناسی اور نخلستان ادب'' (۲۰۰۶ء)، ''غالب شناسی اور الزبیر'' (۲۰۱۴ء) اہم ادبی سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔''غالب تب اور اب'' تدوین متن کے حوالے سے اہم کاوش ہے جس میں داکٹر مسعود حسن رضوی ادیب کے غالب کے متعلق گیارہ مضامین کو مدون کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ غالبیات کے حوالے سے چند خطوط کی تدوین بھی اس کتاب کی تحقیقی اہمیت میں اضافہ کا باعث ہے۔اس کتاب سے ایک طرف غالبیات پر مسعود حسن رضوی کی نایاب نگارشات منظر عام پر آئی ہیں تو دوسری طرف تفہیم غالب میں نئے مباحث نے جنم لیا ہے۔اس طرح یہ ادبی کارنامہ غالب اور مسعود حسن رضوی دونوں کے حوالے سے وقیع بھی ہے اور اہم بھی ہے۔ڈاکٹر محمد امین ''غالب۔تب اور اب'' کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> یہ مضامین ماسوا چند تبصروں کے تحقیقی نوعیت کے ہیں جن کے مطالعے سے غالب کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل ہوتی ہیں اور غالب شناسی کے کئی در کھلتے ہیں۔ مسعود حسن رضوی ادیب کا اسلوب بھی وقائع نگاری جیسا ہے۔انھوں نے اپنے آپ کو حقائق بیان کرنے تک محدود رکھا ہے۔ان مضامین سے مسعود حسن رضوی کی غالب سے عقیدت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ڈاکٹر طاہر تونسوی نے ان مضامین کو کتابی شکل میں شائع کر کے محفوظ کرلیا ہے اور یہ ادبی کارنامہ غالب اور ادیب دونوں کے حوالے سے کار آمد اور مفید ہے۔ یہ کتاب غالبیات میں ایک وقیع حوالے کی حیثیت رکھتی ہے۔(۱۰)

''غالب شناسی اور نخلستان ادب'' اور ''غالب شناسی اور الزبیر'' میں ادبی مجلّات ''نخلستان ادب'' (ایس۔ای۔کالج بہاولپور) اور ''الزبیر'' (اردو اکیڈمی بہاول پور) میں غالبیات پر شائع ہونے والے اہم مضامین کو منتخب کر کے مرتب کیا گیا ہے۔ان کتب میں شامل مضامین غالب کی سوانح، شخصیت اور فن کا گہرا مطالعہ پیش کرتے ہیں۔ان کتب کے مفصل اور جامع مقدمات (مرتب کے تحریر کردہ) نے ان کی تحقیقی و تنقیدی اہمیت کو دو چند کر دیا ہے۔ یہ کتب غالب پر ایک مستند حوالے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اپنی ادبی زندگی کے آغاز سے ہی تصوف کی طرف خاص توجہ کی اور متصوفانہ موضوعات کو اپنی تحقیق وتنقید کا موضوع بنایا۔ اس کے تین محرکات ہیں۔ ان کی جنم بھومی تونسہ شریف، اولیائے تونسہ سے رغبت وعقیدت اور سلسلہ چشتیہ سے وابستگی۔ ان کی ابتدائی تحقیق ''ملتان میں اردو شاعری'' میں یہ رجحان واضح ہو کر سامنے آتا ہے۔ انھوں نے تصوف کے موضوع پر لکھی گئی نامور ادباء کی گرانقدر کتب کے آغاز یے لکھنے کے ساتھ ساتھ بہت سے مضامین ومقالات بھی تحریر کیے جو متصوفانہ ادب کا اہم سرمایہ ہیں۔ تصوف پر ان کی ۱۳ گراں مایہ تحقیقی کتب متصوفانہ ادب میں قابل قدر اضافہ ہیں۔ ان میں ''عکس فریدؒ'' (۱۹۹۹ء)، ''فرمودات فریدؒ'' (۲۰۰۱ء)، ''لطیفؒ شناسی'' (۲۰۱۰ء)، ''مقالات سلطان باہوؒ'' (۲۰۱۴ء) اس اعتبار سے اہم ہیں کہ ان کتب میں ڈاکٹر طاہر تونسوی نے خواجہ غلام فریدؒ، شاہ عبداللطیفؒ بھٹائی اور حضرت سلطان باہوؒ جیسے نامور بزرگوں اور عظیم صوفی شعراء کی سوانح، شخصیت اور فکر وفن پر نامور دانشوروں اور ادباء کے تحقیقی وتنقیدی مضامین ومقالات کا کڑا انتخاب کر کے انھیں اس قرینے سے مرتب کیا ہے کہ ان سے ایک طرف ان عظیم صوفیاء کی تمام جہات روشن ومنور ہوگئی ہیں تو دوسری طرف متصوفانہ ادب پر مواد کا ایک بڑا سرمایہ جمع ہو گیا ہے جو اس حوالے سے نئی تحقیقات کے در وا کرتا ہے۔ ان کتب میں آغاز یے کے طور پر شامل مرتب کی تحریروں (پیش لفظ، مقدمات وغیرہ) نے ان تحقیقی کتب میں تنقید وتجزیہ کا رنگ شامل کر کے ان کی اہمیت کو دو چند کر دیا ہے۔ ''مطالعہ فرید کے دس سال'' (۲۰۰۱ء) میں ڈاکٹر طاہر تونسوی کے گیارہ تحقیقی وتنقیدی مضامین خواجہ غلام فرید کے شعری فکر وفن کا تفصیلی تجزیہ کرتے ہیں۔ کتاب میں خواجہ فریدؒ پر (۱۹۹۰ء تا ۲۰۰۰ء) شائع ہونے والے مضامین کا اشاریہ خواجہ فریدؒ پر مزید تحقیقات کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مصنف کی محققانہ اور ناقدانہ آراء سے خواجہ غلام فریدؒ کے کلام کی تفہیم اور پرکھ آسان ہوگئی ہے ''سچل سرمست۔ محبتوں کا پیامبر'' (۲۰۰۶ء) سندھ کے معروف صوفی شاعر سچل سرمستؒ کی سوانح اور شعری فکر وفن کو محیط ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کے سات تحقیقی وتنقیدی مضامین نے جہاں اس عظیم صوفی شاعر کی متنوع جہات کا تجزیہ کیا ہے وہاں سچل سرمستؒ کے سرائیکی اور اردو کلام کا انتخاب پیش کر کے سچل فہمی کو فروغ دیا ہے۔

''خواجہ محمد ابراہیم یکپاسی اور ان کا خاندان'' (۲۰۰۰ء) ڈاکٹر طاہر تونسوی کا ایک اہم تحقیقی کارنامہ ہے جس میں تصوف اور اسکی تاریخ کو خالص تحقیقی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مؤلف نے سات ابواب قائم کر کے سلسلہ چشتیہ کے آغاز و ارتقاء اور بلوچستان میں ان کی دینی خدمات کا احاطہ کیا ہے۔ خواجہ محمد ابراہیم یکپاسی چشتی کے افکار وکردار کے حوالے سے تفصیلی معلومات فراہم کی ہیں۔ کتاب سے مؤلف کی تحقیقی ریاضت، محنت وعرق ریزی عیاں ہوتی ہے کہ انھوں نے اس کتاب کا مواد حاصل کرنے کے لیے معتبر اور مستند منابع اور مصادر استعمال کیے ہیں۔ بلوچستان میں تصوف پر یہ ایک مستند حوالہ جاتی کتاب ہے۔ سرائیکی زبان کی کتاب ''خوشدل حیاتی تے کلام'' (۲۰۰۲ء) نامور سرائیکی صوفی شاعر خوشدلؒ کی سوانح اور کلام کا تجزیاتی مطالعہ بھی ہے اور ان کے کلام کا متن بنیادی ماخذوں سے تلاش کر کے ۲۸ صفحات پر پیش کرنا ایک بڑی تحقیقی کاوش

بھی ہے۔''خواجہ غلام فرید شخصیت وفن'' (۲۰۰۷ء) ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تحقیقی وتنقیدی کتاب ہے جو نامور صوفی شاعر خواجہ غلام فریدؒ کی سوانح شخصیت اور فن کے تمام اہم گوشوں پر جامع معلومات پیش کرتی ہے۔خواجہ غلام فریدؒ کے فرمودات، ان کی تصانیف کے تراجم، دانشوروں کی تنقیدی آراء اردو، سرائیکی اور فارسی میں ان کے کلام کا انتخاب اور کتب فرید کا اشاریہ اس کتاب کو بلند مقام پر فائز کرتے ہیں۔''آئینہ خانہ شاہ لطیف'' (۲۰۱۰ء) سندھ دھرتی کے نامور بزرگ وصوفی شاعر شاہ لطیف بھٹائی کے فکر وفن پر گراں قدر تحقیقی وتنقیدی کتاب ہے۔ اس میں ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اپنے پانچ تحقیقی وتنقیدی مضامین کے تحت شاہ لطیف کیؒ سوانح، فرمودات، شاعری، شاعری کے تراجم اور ان کی فکری وفنی جہتوں پر بھرپور تحقیقی وتنقیدی مواد پیش کیا ہے۔ ایک طرف پچاس ناقدین کی تنقیدی آراء اور مصنف کا تنقیدی اہمیت کا حامل مقدمہ شاہ لطیف کے شعری فکر واسلوب کا جاندار محاکمہ ہے تو دوسری طرف شاہ لطیف پر ہونے والے تحقیقی وتنقیدی کام کا ضخیم (۴۰ صفحات) اشاریہ اسے تحقیق کاروں کے لیے اہم ماخذ ومصدر کی حیثیت عطا کرتا ہے۔تصوف پر ڈاکٹر طاہر تونسوی کا یہ کام غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ اور متصوفانہ ادب کی روایت میں اس گراں قدر کام کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا یہ کام قابلِ تحسین بھی ہے اور ادب کی ایک بڑی خدمت بھی۔

ڈاکٹر شوذب کاظمی لکھتے ہیں:

> ڈاکٹر طاہر تونسوی کے مزاج کو تصوف کے موضوعات ومیلانات سے فطری مناسبت ہے جو ان کے بعض شخصی، فکری اور تخلیقی زاویوں میں شروع ہی سے نمایاں رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تحقیق وتنقیدِ ادب کے دیگر شعبوں میں بھی استقامت حال، معروضیت، استناد، بصیرت، اجتہاد، خلوص اور محنت کے جو استعارے ڈاکٹر طاہر تونسوی کے قلمی آثار میں جگمگا رہے ہیں وہ تمام اسی طاہر فضا کا عطیہ ہیں۔ (۱۱)

علامہ اقبالؒ سے ڈاکٹر طاہر تونسوی کی محبت وعقیدت کا ثبوت ان کا وقیع اور اہم اقبالیاتی سرمایہ ہے جو مضامین، مقالات اور گیارہ گراں قدر اور ضخیم کتب کی ترتیب وتدوین کی صورت میں ادبی منظر نامے کا منفرد اور قابل تحسین حصہ ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تحقیقی کتاب ''اقبال اور پاکستانی ادب'' (۱۹۷۷ء) میں اقبال کے فکر وفن پر عزیز احمد کے سات مقالات کی تدوین کی گئی ہے۔ ہر مضمون اقبالؒ کے کسی الگ گوشے کی وضاحت کرتا ہے اقبال کی شاعری پر ناقدانہ نظر بھی ڈالی گئی ہے۔تحقیقات اقبالؒ میں یہ اہم معاون اور مثبت اضافہ ہے۔''اقبالؒ اور سید سلیمان ندوی'' (۱۹۷۷ء) مرتبہ کتاب ہے جس میں اقبالؒ کے ستر خطوط (بنام سید سلیمان ندوی)''مجلہ معارف سے بارہ اقتباسات، دو تنقیدی تبصرے اور سید سلیمان ندوی کا ایک مضمون شامل ہے۔ اس کتاب ایک طرف دو نامور ادباء کے فن کا احاطہ کیا گیا ہے تو دوسری طرف ان کی سیرت وفکر پر نقد کے جوہر دکھائے گئے ہیں۔ مرتب کا مقدمہ اور اشاریہ معارف کتاب کی اہمیت میں اضافہ کرتے ہیں۔''حیات اقبال''

(۱۹۷۷ء) اقبالؒ کی شخصیت اور زندگی کی تفہیم میں ایک اہم سنگ میل ہے۔

کتاب میں پیش کیے گئے نامور ادباء کے ۱۹ (انیس) مقالات اقبالؒ کے حالات، جذباتی و ذاتی زندگی اور فکر و بصیرت کے تمام گوشوں کو اجاگر کرتے ہیں۔ اس کتاب نے اقبال کی اچھی سوانح عمری کی کمی کو پورا کر دیا ہے۔''اقبال اور مشاہیر'' (۱۹۷۸ء) میں مرتب کیے گئے ۱۴ مقالات علامہ اقبالؒ کی شخصیت پر اسلامی، مغربی اور عجمی فکر و فلسفہ کے اثرات کا مطالعہ ہیں۔ مرتب کی یہ قابل قدر کاوش اس سہہ جہتی مطالعے کی بنیاد ہے جو اقبالؒ کی شاعری اور فلسفے سے حقیقی آگہی کے لیے ضروری ہے۔''اقبالؒ اور عظیم شخصیات'' (۱۹۷۹ء) اقبالؒ کے فکری ارتقاء کی تفہیم کی ایک اور اہم کاوش ہے جس میں گیارہ مضامین مرتب کر کے عبدالرحمٰن الداخل، سلطان ٹیپو، قائداعظم، سید سلیمان ندوی، بوعلی قلندر اور دیگر چار عظیم شخصیات کے اقبالؒ پر اثرات کا کھوج لگایا گیا ہے۔ اقبال شناسی میں یہ اہم پیش رفت ہے۔

اقبال شناسی اور نخلستان ادب'' (۱۹۸۹ء)، اقبال شناسی اور التخیل ''(۱۹۸۹ء) اور ''اقبال شناسی اور نیرنگ خیال'' (۱۹۹۳ء) میں اقبالیات کے حوالے سے شائع ہونے والے نامور ادباء، طلبہ اور اساتذہ کے بالترتیب دس، بارہ اور تیرہ تنقیدی مضامین و مقالات کو مرتب کر کے پیش کیا گیا ہے۔ ادب کی یہ ایک بڑی خدمت ہے کہ مرتب نے نایاب اور بکھرے ہوئے اقبالیاتی سرمائے کو محفوظ کر دیا ہے جس سے اقبالیات کے ضمن میں نئے مباحث نے جنم لیا اور تحقیق و تنقید کے نئے در وا ہوئے۔ ''اقبال شناسی اور نیاز و نگار'' (۱۹۹۷ء) معروف ادبی مجلہ ''نگار'' میں شائع ہونے والے ۲۲ مقالات کا انتخاب ہے جو اقبالؒ کے ذہنی ارتقاء، سیاسی رجحانات، نظریات، تصورات، شعری فکر و اسلوب، شخصیت، ادبی مباحث اور اقبال کے دیگر حوالوں سے وقیع اور جاندار مواد پیش کرتا ہے۔ اقبالؒ کے فکر و فن پر سرائیکی زبان میں نامور ادباء کے لکھے گئے مضامین کو ''علامہ اقبال تے سرائیکی ادب'' (۲۰۰۳ء) میں مرتب کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں اقبالؒ کی نظموں اور خطوط کے تراجم بھی پیش کیے گئے ہیں اور اقبالؒ کو منظوم نذرانہ عقیدت بھی پیش کیا گیا ہے۔ مرتب کی یہ تحقیقی کاوش محققین اقبالیات ک لیے خاصے کی چیز ہے۔''کیا آج اقبال کی ضرورت ہے؟'' (۲۰۱۳ء) ڈاکٹر طاہر تونسوی اور ڈاکٹر ذاکر حسین کی ضخیم مرتبہ کتاب ہے جس میں پاکستان، مصر، ایران اور ہندوستان کے نامور ماہرین اقبالیات کے ۲۹ (انتیس) مقالات ہیں۔ اس کتاب سے علامہ اقبالؒ کی شخصیت، افکار و نظریات اور کلام کی تمام جہتیں جدید عصری اور عالمی تناظر میں سامنے آئی ہیں۔ کتاب میں پیش کیے گئے مقالات اقبالیات کی مد میں نہ صرف انفرادیت کے حامل ہیں بلکہ اقبال شناسی اور اقبال فہمی میں جدید تقاضوں کے حوالے سے تحقیقات کے نئے در وا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کے اقبالیاتی سرمائے نے ادبی حلقوں میں انھیں ایک بلند مقام عطا کیا ہے۔ اور اس ادبی خدمت پر نامور ادباء اور محققین نے انھیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

اقبال پر یقیناً بہت کچھ لکھا گیا ہے۔لیکن بیشتر حصہ تکرار محض سے تعلق رکھتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس میں نہ کوئی نئی تاویل ہے نہ تازہ معلومات۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تحریریں اس عیب سے پاک ہیں۔ اس لیے مطالعہ اقبال کے سلسلے میں وہ ہر طرح سے قابلِ توجہ ہیں۔(۱۲)

ڈاکٹر سلیم اختر رقم طراز ہیں:

اقبال شناسی ڈاکٹر طاہر تونسوی کی متنوع ذہنی دلچسپیوں کے وسیع کل کے ایک جزو کی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا اسے ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تمام تنقیدی سرمایہ سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔(۱۳)

مطالعہ اقبال کے حوالے سے ڈاکٹر طاہر تونسوی قابل توجہ ہی نہیں قابل تقلید بھی ہیں۔ اقبالیات پر تحقیق و تدوین کا جو کام ڈاکٹر طاہر تونسوی نے کیا ہے وہ گراں قدر ہے۔ یہ ادب کے محققین، قارئین اور طالب علموں کے لیے یکساں مفید ہے اور ادب کی بڑی خدمت ہے۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کی متحرک اور فعال ادبی شخصیت نے ادبیات اردو کی تحقیق وتنقید کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے۔ وہ ہمہ دم تصانیف و تالیفات اور ادبی کام میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کی کچھ تازہ بتازہ تحقیقی کتب بھی ادبی منظر نامے کا حصہ بن چکی ہیں۔''فیض احمد فیض تنقیدی مطالعہ'' (۲۰۱۱ء) نامور اہل نقد ونظر کے ۱۶ (سولہ) مضامین اور فیض کے چار انٹرویوز پر مشتمل ہے۔فیض احمد فیض کے حوالے سے ایک اور تالیف ''شاعر خوشنوا۔فیض احمد فیض'' (۲۰۱۱ء) فیض شناسی کے حوالے سے ایک اہم اضافہ ہے۔ اس میں پاک و ہند کے نامور نقادوں کے ۱۸ مضامین و مقالات ۴۰۰ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔فیض کے حوالے سے یہ دونوں کتب متنوع جہات کی حامل ہیں اور ان میں فیض کی شاعری کا کئی نئے زاویوں سے مطالعہ کیا گیا ہے۔اس طرح فیض کے شعری فکر و اسلوب کی تمام جہتیں روشن ہوگئی ہیں اور فیض کے حوالے سے ایک نئے تناظر کی نشاندہی بھی ہوگئی ہے۔فیض کے انٹرویوز نے ان کی شخصیت وفن اور کئی تحقیقی اور ادبی گتھیوں کی گرہیں کھولنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان گراں قدر تالیفات سے محققین ادب فیض فہمی کے لیے کئی نئے مطالعوں کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔''مطالعہ فیض کے ماخذات'' (۲۰۱۱ء) فیض پر ہونے والے تحقیقی وتنقیدی کام کا اشاریہ (کتابی شکل میں) جسے مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے شائع کیا۔تحقیقی اعتبار سے اس کتاب کی اہمیت اس لیے بھی مسلم ہے کہ اس میں فیض احمد فیض پر پاک و ہند میں ہونے والے کام کی نشاندہی ہوگئی ہے۔ یہ کتاب فیض پر نئی تحقیقات کے لیے ایک اہم دستاویز ہے۔ ۴۳ صفحات پر مشتمل مرتب کا ضخیم مقدمہ اشاریہ سازی پر وقیع اور جاندار مواد رکھتا ہے جس سے کتاب کی اہمیت دو چند ہوگئی ہے۔''اردو شاعری کا صدر دروازہ۔فیض احمد فیض'' (۲۰۱۲ء) ڈاکٹر طاہر تونسوی اور ڈاکٹر ذاکر حسین کی مرتبہ کتاب ہے جس میں ملک و بیرون ملک

کے نامور ادباء کے ۲۶ مقالات ۳۳۳ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کتاب میں فیض کے شعری آہنگ اور اسلوب کی پرتوں کو کھولنے کے ساتھ ساتھ فیض کی شاعری کو عصری حوالوں اور بدلتے ہوئے ملکی و عالمی تناظر میں پرکھا گیا ہے۔ فیض کی پنجابی شاعری، فیض کی نثر اور فیض پر تنقیدات کے حوالے سے مضامین بھی خاصے کی چیز ہیں جن سے فیض کو ایک وسیع کینوس میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کتاب میں پاکستان کے سیاسی نظام کو ابتری سے پیدا ہونے والی معاشرتی گھٹن اور سیاسی جبر کو بھی فیض کے تناظر میں دیکھا گیا ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تحقیقی اپج اور تنقیدی بصیرت کا واضح ثبوت اور فیض سے محبت کی علامت ہے کہ انھوں نے فیض پر اتنا بڑا تحقیقی و تنقیدی مواد جمع کر دیا۔ فیض شناسی پر یہ ایک جامع دستاویز ہے اور مواد کا ایک بڑا ماخذ بھی۔

''ارمغانِ ڈاکٹر سلیم اختر'' (۲۰۱۴ء) دراصل ارمغان علمی کی روایت کی کڑی ہے جو نامور محقق و نقاد اور افسانہ نگار ڈاکٹر سلیم اختر کے ادبی کارناموں کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے مرتب کی گئی ہے۔ اس میں ادب کے متنوع موضوعات پر پاکستان، انڈیا، مصر اور ترکی سے تعلق رکھنے والے نامور ادباء کے ۲۲ تحقیقی و تنقیدی مقالات شامل ہیں۔ آغاز یے کے طور پر مرتبین اور ڈاکٹر عبدالکریم خالد کی تحریریں ہیں جن میں ڈاکٹر سلیم اختر کا تفصیلی اشاریہ بھی دیا گیا ہے اور ان کی ادبی خدمات کو خراج عقیدت بھی پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک بڑے ادیب کے ادبی کارناموں کا اعتراف بھی ہے اور ادب کا ایک اہم ماخذ بھی۔

"شیوۂ گفتار" (۲۰۱۴ء) میں ڈاکٹر سلیم اختر کے نامور ادباء کی طرف سے کیے گئے ۱۶ (سولہ) انٹرویوز مرتب کیے گئے ہیں جن سے ڈاکٹر سلیم اختر کی ادبی اور تخلیقی شخصیت کی نئی جہتیں بھی سامنے آتی ہیں اور معاصر ادبی منظر نامہ بھی۔ سلیم اختر شناسی میں یہ کتاب ایک اہم بنیادی ماخذ کی صورت اختیار کر گئی ہے کہ اس میں ڈاکٹر سلیم اختر کے افکار و خیالات محفوظ ہو گئے ہیں۔

''اشاریہ شبلی نعمانی'' (۲۰۱۶ء) ساٹھ صفحات پر مشتمل ڈاکٹر طاہر تونسوی کی مرتبہ کتاب ہے جس میں گیارہ عنوانات کے تحت پاکستان میں ۱۹۴۷ء سے ۲۰۱۶ء تک مولانا شبلی نعمانی پر ہونے والے تحقیقی و تنقیدی کام کا اشاریہ مرتب کیا گیا ہے۔ محققین ادب کیلیے یہ ایک اہم تحقیقی معاون کی حیثیت رکھتی ہے۔ تحقیق و تنقید کی یکجائی نے اس کتاب کی اہمیت کو دو چند کر دیا ہے۔ کیوں کہ کتاب میں شامل مرتب کا ۳۰ (تیس) صفحات پر مشتمل تحقیقی و تنقیدی مقالہ بھی بہت اہم ہے۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے تحقیق کی مد میں جو کام کیے ہیں وہ بہ لحاظ مقدار تو حیرت انگیز ہیں ہی، اس کے ساتھ ساتھ ان کا تحقیقی سرمایہ معیار تحقیق پر بھی پورا اترتا ہے۔ اجمالی طور پر ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تحقیقی کام کے تین بڑے زمرے نمایاں ہو کر سامنے آئے ہیں۔ اُن کے تحقیقی سرمائے کا وہ حصہ بہت اہم ہے جس میں ایسی کتب شامل ہیں جن میں انھوں نے خالص تحقیقی انداز اختیار کیا ہے اور جن میں تحقیق و تنقید کا اتصال نمایاں ہے۔ "ملتان میں اردو شاعری"، "مسعود حسن رضوی ادیب۔ حیات اور کارنامے"، "جہاں تخلیق کا شہاب"، "مطالعہ فرید کے دس سال"، "خواجہ غلام فرید شخصیت و فن" اور "آئینہ خانہ شاہ لطیف" اس

نوع کی اہم کتب ہیں۔ اِن کتب میں ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تحقیقی جوہر کھل کر سامنے آئے ہیں اور انھوں نے محنت اور جستجو سے بنیادی مصادر و منابع کو کھنگالا ہے اور تحقیق کی گھتیاں سلجھائی ہیں۔ اُن کی تنقیدی بصیرت اور تجزیے کے انداز نے بہتر نتائج حاصل کرنے میں اُن کی معاونت کی ہے۔ تدوین متن کے حوالے سے اُن کا تحقیقی کام بھی خاص اہمیت کا حامل ہے انھوں نے تلاش و جستجو اور اپنے تنقیدی شعور سے متن کی تدوین کر کے ادب کی بڑی خدمت کی ہے۔ اس ضمن میں اُن کی تحقیقی کاوشیں انھیں ایک زیرک اور صاحبِ بصیرت محقق ثابت کرتی ہیں۔ "لکھنویات ادیب"، "رزم نامہ انیس و دبیر"، "عرش صدیقی کے سات مسترد افسانے"، "غالب تب اور اب"۔ "اقبالؒ اور پاکستانی ادب"، "اقبالؒ اور سید سلیمان ندوی" اس سلسلے کی اہم کاوشیں ہیں۔ تیسرے زمرے میں اُن کی وہ کتب شامل ہیں جن میں انھوں نے نامور اہلِ نقد و نظر کے نایاب اور بکھرے ہوئے مضامین کا کھوج لگا کر انھیں کتابی صورت میں مرتب کیا ہے۔ اِن میں جن موضوعات اور شخصیات کو موضوع بنایا گیا ہے اُن پر بھر پور مواد سامنے آیا ہے اور موضوع کے تمام پہلوؤں پر جامع مواد منطقی ترتیب اور قرینے سے مرتب کیا گیا ہے۔ اِن کتب میں مکالمے، انٹرویوز اور مصاحبے بھی شامل ہیں جو شخصیات کی تفہیم کو آسان بناتے ہیں۔ یہ کتب بھی محققین ادبیات کے لیے مواد کا ایک بڑا خزینہ ہیں اور یہ بنیادی ماخذ کی سی اہمیت رکھتی ہیں۔ ان کتب میں مرتب کے تحریر کردہ آغازیے بھی اِن کی اہمیت میں اضافہ کرتے ہیں کیوں کہ اِن کے مطالعہ سے زیرِ موضوع شخصیت کے فکر و فن کا محاکمہ سامنے آجاتا ہے۔ کئی کتب میں زیرِ موضوع شخصیت کے حوالے سے ضخیم اشاریے ترتیب دیے گئے ہیں جو مزید تحقیقات کے لیے اہم معاون کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اُن کی تحقیقی کتب میں بعض کتب محض اشاریہ سازی پر مشتمل ہیں۔ یہ کتب بھی اُن کی تحقیق کے ضمن میں نمایاں اہمیت کی حامل ہیں۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک ماہر اور زیرک انٹرویو نگار کے طور پر بھی سامنے آئے ہیں۔ اُن کی تحقیقی کتب کے مطالعہ سے اُن کی سب سے بڑی جہت بطور شخصیت نگار سامنے آئی ہے۔ اس حوالے سے اُن کی سب سے زیادہ تحقیقی کتب ہیں۔ انھوں نے ادبی مراکز سے دور ایسے ادباء کو بھی موضوع بنایا ہے جو محققین اور ناقدین کی نظروں سے اوجھل تھے۔ سرائیکی خطے کے ادباء کو متعارف کرانے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ نامور ادباء جن کا تعلق پاکستان کے بڑے شہروں سے ہے اور ہندوستان کے ادباء پر بھی تحقیقی کام کیا ہے۔ اُن کا قلم ہم عصر ادباء کو بھی موضوع بناتا ہے اور جدید اور کلاسیکی ادب بھی اُن کی نظروں سے اوجھل نہیں رہا۔ ان کے ہاں تحقیقی موضوعات کا بھر پور تنوع پایا جاتا ہے۔ لسانیات، شاعری اور نثر کی تمام اصناف کے ساتھ ساتھ غالبیات، اقبالیات اور تصوف کے حوالے سے اُن کا قابلِ قدر تحقیقی سرمایہ سامنے آچکا ہے جو اردو ادب کی روایت میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کا اپنا ایک مخصوص اسلوب تحقیق ہے جو اُن کی پہچان آسانی سے کرا دیتا ہے۔ معتبر حوالے، مضبوط دلائل، بنیادی مصادر و شواہد کا استعمال، جانفشانی، مغز کاری تجزیہ و استدلال، شگفتہ و دلکش انداز، محققانہ دیانتداری، غیر

جانبداری، فراخدلی، ناوابستگی، تحقیق وتنقید کی یکجائی ان کے اسلوب تحقیق کے نمایاں خصائص ہیں۔ وہ ایک محتاط اور ذمہ دار محقق ہیں۔ وہ ایک منضبط طریقہ کار کے ذریعے حقائق کی تلاش اور چھان پھٹک کرتے ہیں اور پھر ان کے تجزیے سے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ ان کے اسلوب میں ایک خاص طرح کی جاذبیت، تازگی اور کشادگی ہے جو انھیں ایک صاحب طرز ادیب کے مرتبے پر فائز کرتی ہے۔

حواشی

(۱) ڈاکٹر وحید قریشی، (دیباچہ)، ملتان میں اردو شاعری از ڈاکٹر طاہر تونسوی، (اسلام آباد: بزمِ علم وفن، ۲۰۰۱ء)، ص ۱۰

(۲) ڈاکٹر عرش صدیقی، طاہر تونسوی: محقق و نقاد، مشمولہ ڈاکٹر طاہر تونسوی: ایک مطالعہ مرتبہ شہزاد بیگ، (فیصل آباد: اکائی پبلشرز، ۲۰۰۵ء)، ص ۶۰

(۳) ڈاکٹر روبینہ ترین، ڈاکٹر طاہر تونسوی: محقق و نقاد، مشمولہ اہلِ قلم، شمارہ ۱۹۹۶ء، مکتبہ اہلِ قلم، ملتان، ص ۱۴۳

(۴) پروفیسر مزمل حسین، ڈاکٹر طاہر تونسوی بحیثیت محقق مشمولہ ہم عصر، شمارہ اپریل تا جون، ۲۰۰۰ء، نیو اسلامی آرٹ پریس، ملتان، ص ۸۱

(۵) ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، شجرِ سایہ دار صحرا کا مشمولہ فنون، لاہور، شمارہ اکتوبر نومبر ۱۹۷۷ء

(۶) ڈاکٹر عرش صدیقی، طاہر تونسوی: محقق و نقاد، مشمولہ ڈاکٹر طاہر تونسوی: ایک مطالعہ مرتبہ شہزاد بیگ، مرتبہ شہزاد بیگ، ص ۶۳

(۷) ڈاکٹر شبیہ الحسن، رزم نامۂ انیس و دبیر: تعارف و تقابل مشمولہ ماہنامہ شام و سحر، لاہور، شمارہ مئی ۲۰۰۶ء

(۸) ڈاکٹر خلیق انجم، ڈاکٹر فرمان فتح پوری: احوال وآثار مشمولہ ڈاکٹر طاہر تونسوی: ایک مطالعہ، ص ۴۳۹

(۹) ڈاکٹر سلیم اختر، (فلیپ) طنز و مزاح (تاریخ، تنقید، انتخاب)، مرتبہ ڈاکٹر طاہر تونسوی، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء)

(۱۰) ڈاکٹر محمد امین، غالب شناسی کا ایک اور پہلو، مشمولہ ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک مطالعہ، مرتبہ شہزاد بیگ، ص ۴۵۷

(۱۱) ڈاکٹر شوذب کاظمی، تصوف فریدیات اور ڈاکٹر طاہر تونسوی مشمولہ ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک مطالعہ، مرتبہ شہزاد بیگ، ص ۵۷۵

(۱۲) سمیہ ناز اعوان، ڈاکٹر طاہر تونسوی بحیثیت محقق و نقاد، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے ایم اے اردو، مخزونہ شعبۂ اردو، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور، سیشن ۱۹۹۶ء)، ص ۱۷۴، ۱۷۵

(۱۳) ایضاً، ص ۱۷۵، ۱۷۶

مآخذ:

(۱) اختر، سلیم، ڈاکٹر، (فلیپ) طنز و مزاح (تاریخ، تنقید، انتخاب)، مرتبہ ڈاکٹر طاہر تونسوی، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء

(۲) امین، محمد، ڈاکٹر، غالب شناسی کا ایک اور پہلو، مشمولہ ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک مطالعہ، مرتبہ شہزاد بیگ، فیصل آباد: اکائی پبلشرز، ۲۰۰۵ء

(۳) انجم، خلیق، ڈاکٹر، ڈاکٹر فرمان فتح پوری: احوال و آثار مشمولہ، ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک مطالعہ، محولہ بالا

(۴) صدیقی، عرش، ڈاکٹر، طاہر تونسوی: محقق و نقاد، مشمولہ ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک مطالعہ، محولہ بالا

(۵) قریشی، وحید، ڈاکٹر، (دیباچہ)، ملتان میں اردو شاعری از ڈاکٹر طاہر تونسوی، اسلام آباد: بزمِ علم و فن، ۲۰۰۱ء

(۶) کاظمی، شوذب، ڈاکٹر، تصوف فریدیات اور ڈاکٹر طاہر تونسوی مشمولہ ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک مطالعہ، محولہ بالا

رسائل و جرائد

(۱) اہلِ قلم، شمارہ ۱۹۹۶ء، مکتبہ اہلِ قلم، ملتان

(۲) شام و سحر (ماہنامہ)، لاہور، شمارہ مئی ۲۰۰۶ء

(۳) فنون، لاہور، شمارہ اکتوبر نومبر ۱۹۷۷ء

(۴) ہم عصر، شمارہ اپریل تا جون، ۲۰۰۰ء، نیو اسلامی آرٹ پریس، ملتان

غیر مطبوعہ کتب/ مقالات

(۱) اعوان، سمیہ ناز، ڈاکٹر طاہر تونسوی بحیثیت محقق و نقاد، مقالہ برائے ایم اے اردو، بہاولپور: اسلامیہ یونیورسٹی، ۱۹۹۶ء